وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا.

سورہ طہٰ

اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

تحریر: غلام سرور قریشی ریٹائرڈ ٹیچر عباس پورہ جہلم

معاش ورزق کے متعلق اسلام کا نظریہ بڑا واضح ہے چونکہ دورِ قدیم وجدید بلکہ ابتدائے تخلیق آدمؑ سے ہی رزق کو اولیں حیثیت حاصل رہی ہے اس لئے رازقِ کائنات نے تخلیق آدمؑ کے ساتھ ہی اس کا جوڑا بھی تخلیق فرمایا اور زوجین کیلئے روزی رزق کا سامان اور جائے سکونت کا بندوبست بھی فرمایا۔ قرآن مجید کا یہ بیان دیکھئے ﴿وَ قُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ [البقرة: ۳۵] ''ہم نے کہا اے آدمؑ! تو اور تیری بیوی جنت میں رہو اور اس جنت میں جہاں سے چاہو کھاؤ پیؤ اور اس درخت کے قریب بھی نہ جانا مبادا کہ تم دونوں ناانصافی کرنے والوں میں سے ہو جاؤ'' انسان کی اولین ضرورت رزق کا سامان اور رہنے کیلئے مکان ہے۔ یہ دونوں ضروریات خالق نے خود پوری فرما دیں۔ یہ ربوبیت ہے اسے ربوبیتِ عامہ کہہ لیں تو بجا ہے اس سے متصل ہی ایک مستقل قدغن عائد کر دی۔ ''اس درخت کے قریب نہ جانا'' یہاں یہ بحث بالکل غیر ضروری ہے کہ وہ کونسا درخت تھا، گندم یا جو، بس یہ ایک قدغن تھی مگر یہ اتنی سنگین تھی کہ اس کے توڑنے کے نتیجے میں زوجین ناانصافی کے مرتکب ہو سکتے تھے جیسا کہ بعد میں وہ اس کے مرتکب ہو گئے اور بے ستر کر دیئے گئے اور پھر نہایت بے سروسامانی کے عالم میں زمین پر اتار دیئے گئے۔ گویا گھر، رزق اور لباس سے محروم کر دیئے گئے۔ جدید معاشی اصطلاح میں ''روٹی، کپڑا اور مکان'' سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

قارئین کرام! توجہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم امتناعی توڑنے کی اتنی بڑی سزا زوجین کو ملی اور یہی مفہوم معیشت کی تنگی کا ہے۔ تعمیر جنت اور اس کی خوش ذائقہ نباتِ اثمار کی پیداوار اور حیات آفریں مشروبات کی تخلیق میں آدمؑ وحواؑ کی کسی محنت کا دخل نہ تھا بلکہ یہ خوانِ نعمت اللہ نے بچھایا تھا جس پر زوجین کو مہمان کر کے بٹھایا تھا رزق کا یہ فلسفہ آج تک برقرار ہے۔ سامانِ رزق کی بہم رسانی آج بھی خلّاقِ حقیقی نے اپنے قبضہ اقتدار میں رکھی ہے۔ اور اپنے قرآن ذی ذکر میں بارہا فرما دیا کہ وہ جسے چاہے تو بے حساب رزق عطا فرما دیتا ہے، جسے چاہے تو ناپ تول کر دیتا ہے اور جسے چاہے تو اس کا رزق بسیط کر دیتا ہے اسی میں غربت اور خوشحالی کا بھید پایا گیا ہے۔

یہ حکم امتناعی کیا تھا؟ اس کی تفصیل رزق حلال اور رزق حرام میں ہے۔ قرآن ذی ذکر صرف حرام کھانوں کی نشان دہی نہیں کرتا بلکہ ان ذرائع کی تفصیل بھی بیان کرتا ہے جن سے کسب کیا ہوا رزق، حلال ہونے کے باوجود حرام ہو جاتا ہے۔ ''اس درخت کے قریب بھی نہ جانا'' ابدی حکم امتناعی ہے اس کی خلاف ورزی کی اولیں سزا، آج دنیا میں پھیلی بے ستری ہے جسے ہم بے حیائی اور فحاشی کہتے ہیں یہ بے ستری اقوامِ مغرب نے اختیار کی اور اب اہل اسلام ان کی پیروی میں بلکہ ان سے بڑھ کر لباسِ ستر کے بخئے ادھیڑ رہے ہیں۔ جامہ دوزی، ستر پوشی کیلئے تھی مگر مروجہ خیاطی کی غائتِ اولیٰ مرد و زن اور بالخصوص مستورات کے ستر کی عریانی ہے۔ لطیفہ یا حیلہ شیطانی یہ ہوا کہ یورپی مرد اپنے تیئں پورے لباس میں مستور رکھتا ہے اور اپنی میم صاحب (بیگمات) کو عریاں رکھتا ہے اب انگریزوں کا کیا مذکور، مسلمان خواتین عریانی کے چلتے پھرتے اشتہار اور پیکر ہیں۔ بقول حفیظ ؎

اِدھر لاہور کی دنیا کا ایماں سوز نظارہ
جہاں تہذیب نَو پھرتی ہے بازاروں میں آوارہ

یہ پہلی سزا ہے اللہ کے قرآن (ذکر) کو ترک کر دینے کی۔ لوگ جس قدر ستر پوشی سے بے نیاز ہو رہے ہیں اور عریانی کو ترقی کا راز سمجھ رہے ہیں اسی قدر قومی معیشت تباہ ہو کر انہیں عالمی گداگر بنا رہی ہے۔ اکلِ حرام میں، حکم امتناعی، مردار، خونِ ذبیحہ (جما ہوا) لحمِ خنزیر، جس چیز کو غیر اللہ کے نام پر مشتہر (منسوب) کر دیا جائے، وہ جانور جنہیں نصب پر ذبح کیا گیا ہو، پر محیط ہے۔ پرندۂ حلال کو مردار اور خون پر پالنا بھی اسی امتناع میں شامل ہے اب آپ خود ہی معلوم کر لیں کہ ذبیحہ خون پر کن کن حلال جانوروں کو پالا اور پھر کھایا جاتا ہے غیر اللہ کے درباروں کیلئے کتنے جانور مشتہر و مذبوح ہوتے ہیں اور کون کون لوگ انہیں کھاتے ہیں اس سے معیشت کی تنگی ہے کیا یہ ترکِ قرآن ذی ذکر اور خلافِ امتناعِ الٰہیہ ہے یا نہیں ہے؟ کیا اکلِ حرام کی اس سے بدتر بھی کوئی مثال ہو سکتی ہے۔

خمر کی حرمت، کسی بحث کی گنجائش ہی نہیں رکھتی۔ یہ دیکھ لیں ہماری مری بروری میں شیرہ، شربت اور صرف سرکہ ہی بنتے ہیں یا شرابِ خانہ خراب تیار ہوتی ہے اور جب تیار ہوتی ہے تو لامحالہ اس کا استعمال بھی مسلمان ہی کرتے ہیں ملکی قانون میں اسے یہ غیر مسلم کے نام پر استثنا حاصل ہے۔ حالانکہ پاکستان کے بشپ اور پادری صاحبان اسے مسیحی امت کیلئے حرام قرار دیتے ہیں۔

قمار بازی پر بھی یہی حکمِ امتناعی موجود ہے ''ازلام'' پر بھی یہی حکمِ امتناعی لاگو ہے سود کی تو بات ہی چھوڑ دیجئے۔ کیا ہماری ساری بنکنگ کی بنیاد سود پر نہیں ہے اور اگر سود پر نہیں ہے تو پھر بتایا جائے کہ بنک کیسے چلتے ہیں

یہ کس اصول پر لوگوں سے روپیہ لیتے اوراس پر منافع دیتے ہیں سود کا نام منافع رکھ دیں، مارک اپ رکھ دیں تو کیا وہ سود نہ رہے گا۔ سودی کاروبار اتنا وسیع ہو چکا ہے کہ قریہ قریہ بنکوں کی شاخیں موجود ہیں ہر بندہ، الا ماشاء اللہ، اللہ اوراس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ میں شریک ہے جبکہ حکم یہ ہے کہ سود کی دستاویز لکھنے والا اور اس پر گواہ بننے والا، سود لینے اور دینے والوں کی طرح ہی مجرم ہے۔ قربان جایئے! کیا وقت آ گیا، جس کے بچے کو بنک کی نوکری مل جائے، وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔ کیا اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ہماری معیشت کی بدحالی کا سبب سود ہے، یہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ اللہ سود کو مٹاتا ہے سوال یہ ہے کہ جس چیز کے مٹانے پر اللہ تعالیٰ ہی کمر بستہ ہو، اسے پنپنے کا موقع کہاں سے ملے گا۔ اس سے عیاں ہے کہ ہماری معیشت جس کی بنیاد سود پر ہے، اس کا مٹ جانا، آسمانی فیصلہ ہے۔

یہی حکم امتناعی ﴿و لا تقربوا الزنا﴾ میں موجود ہے اللہ پردہ پوشی کا داعی اور حامی ہے چونکہ اس پر چار گواہوں کی شہادت درکار ہے اس لئے ہم کسی پر یہ الزام نہیں لگاتے، صرف ان کیسز کا حوالہ دیتے ہیں جو اخبارات میں شائع ہوتے ہیں۔ زنا بالجبر اور اجتماعی زیادتی (Gang rape) کی جو خبریں اخبارت میں چھپتی ہیں صرف انہی پر نظر کر کے دیکھیں تو جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے کہ مسلمان کس قدر، منہیات، منکرات، مسکرات ومنشیات میں غرق ہیں۔ یہ دلیری، یہ سرکشی اور نافرمانی یقیناً ہماری معاشی بدحالی کے علاوہ ہماری حیاتِ اجتماعی کی جملہ خرابیوں، بے چینیوں اور رسوائیوں کا باعث ہے۔

آگے چلئے اور دیکھئے کہ مسلمان کس کس طرح معصیت کوشی اور اپنے خالق و مالک کی نافرمانیمیں بگٹٹ چلے جارہے ہیں اسراف کی جتنی ممکن صورتیں ہیں، ہم ان میں مبتلا ہیں ایک ایک شادی اور ایک ایک مرگ پر نمائش و دنیاداری کی اتنی مکروہ رسومات قائم کر لی گئی ہیں کہ قدم قدم پر برادرِ شیطان ہونے کا ثبوت بہم پہنچائے جارہے ہیں، دولت کمانے کیلئے رشوت تو اب ایک مسلّم ہی نہیں بلکہ معروف ذریعہ بن کر رہ گئی ہے ایک معروف سے میری مراد ہے کہ جانے پہنچانے مرتشی مساجد کے خزانچی مقرر کر دیئے جاتے ہیں اور ان کی رشوت زدہ کمائی سے اصحابِ مسجد چندے لیتے اور ان کے جان و مال میں برکت کی دعا کرتے اور "جزاک اللہ" فرماتے ہیں۔

بددیانتی اور امانت میں خیانت نچلی سطح سے بلند ترین چوٹی تک جا پہنچی ہے۔ ایوان اقتدار کے کنگرے تک خیانتِ مجرمانہ اور خزانے کی لوٹ مار کے سیلاب میں ڈوب گئے ہیں۔ ہم الزام تراشی نہیں کر سکتے مگر سپریم کورٹ کے عالی تبار جج صاحبان کے سینکڑوں فیصلے اعلیٰ ترین سرکاری حکام اور صدر و وزیر اعظم سمیت ہر درجے

کے سیاسی لیڈروں کی لوٹ مار پر گواہ ہیں یہ ملکی قیادت کی اپنے ووٹروں سے کیے گئے عہد کی سنگین خلاف ورزی ہے اور عوام نے اپنی تائید کا جو بارِ امانت ان کے کندھوں پر ڈالا، اس کی توہین ہے۔

اہل علم و اصحابِ دانش قلم کی عصمت لفافوں کے بدلے بیچ رہے ہیں صحافت کا مقدس پیشہ جلب زر کا ذریعہ بن رہا ہے۔ صحافت کا مخرج صحیفہ ہے اور صحیفہ آسمانی نشانی ہے گویا صحافی کی نگارش، اتنی پاکیزہ اور مقدس ہوتی ہے کہ جس پر صاحب عرش بریں کی تصدیق ہوتی ہے مگر صحافت اتنی گر گئی ہے کہ قارئین، اسے ضمیر فروشی کا دھندا سمجھ کرنا قابل توجہ قرار دیتے ہیں۔

اصحاب جبہ و دستار جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کے آخری دین کے محافظ و امین تھے، سیکولر سیاستدانوں کی طرح کوچہء سیاست کی ہر خرابی میں ملوث ہیں اور اپنے دنیوی مفادات کی خاطر اپنے دامن تقدیس کی حرمت بھی نیلام پر چڑھانے کو تیار بیٹھے ہیں۔ الغرض ارضِ پاکستان میں دل خاشع، نفس قانع اور علم نافع کا قحط رونما ہو گیا ہے، یہ قحط تمام شعوبِ حیات میں کارفرما ہے جس کے نتیجے میں آئندہ تابناک کی کوئی امید، الا ماشاء اللہ باقی نہیں رہی ہے اساتذہ کرام، کیا دینی اور کیا دنیوی علم فروشی کرتے ہیں، جو علم انہوں نے دیا ہے، وہ پڑھنے والوں کیلئے غیر نافع ثابت ہوا ہے اور وطن عزیز کا گلشن سیرت و کردار کے حسین پیکروں سے خالی ہے، ہمارا موجودہ زوال ہمہ گیر ہے۔ ہم نے اس تحریر کا آغاز معاش سے کیا تھا اور کہا تھا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے آدمؑ کے روٹی، کپڑا اور مکان کی ذمہ داری خود اٹھائی تھی اور ''حکم امتناعی یہ تھا کہ اس درخت کے قریب بھی نہ جانا''۔ یہ درخت منہیات کی علامت تھا یہ اللہ کی حدود کا نام تھا۔ میں کوئی مفسر قرآن نہیں۔ مَیں نے یہ تفسیر بالرائے نہیں کی اور نہ ہی مفسرین نے اس کی کوئی قطعی تشریح حدیث کی روشنی میں کی ہے۔ اس لئے یہ ''و لا تقربا'' نواہی سے بچنے کی عام تعلیم تھی اس نہی کی پابندی نہ کر سکنے پر بابا جی اور اماں جی بے ستر ہوئے، اپنے جنتی گھر اور اپنے جنتی کھانے سے محروم ہوئے سو ہم نے بھی نواہی کی حدود کو توڑا اور بے ستر، بے گھر، ہو کر ظالم بن گئے۔ مسٹر زیڈ۔ اے بھٹو نے روٹی، کپڑے اور مکان دینے کا وعدہ اور کھوکھلا نعرہ دیا مگر وہ خود اور ان کی جماعت سولہ سالہ اقتدار میں لوگوں کی کثیر تعداد کو غربت کی لکیر سے نیچے پہنچانے کے سوا کچھ نہ کر سکی۔ ہم کہتے ہیں لوگ بڑے بے وقوف ہیں جو رزق کے پیچھے بھاگتے ہیں حالانکہ رزق ہر ذی روح کا خلاقِ مطلق اور رزاق اکبر کی اپنی ذمہ داری تھی بندوں کے ذمے تو صرف عبادت تھی۔ ہاں، یہ عبادت کیا ہے، یہ آسمانی اوامر و نواہی کے مطابق زندگی گزارنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اللہ کی حدود کو توڑنے کا جرم اتنا سنگین تھا کہ ہمارے پاس کچھ نہ رہا اور آئی۔ ایم۔ ایف ہماری اَن داتا بن بیٹھی اور ہماری رگِ

حیات یہودی عالمی سودخوروں کے پنجہ میں آگئی۔ وہ جب چاہتے ہیں ہمارا ٹینٹوا دبا دیتے ہیں اور اپنی من مانی شرائط پر نیا سودی قرض دیتے ہیں جسے ہمارے سیاسی قائدین شیر مادر سمجھ کر ہڑپ کر جاتے ہیں اور شوکت عزیز، مشرف، الطاف حسین کی طرح بھاگ جاتے ہیں اور قرض، قوم کے کھاتے ہیں ڈال کر یورپ کے عشرت کدوں میں دادِ عیش دیتے ہیں اسی دولت سے سرے محل خریدے جاتے ہیں اور اسی سے سوئٹزرلینڈ کے بنک معمور رہتے ہیں۔

پس چہ باید کرد

اگر کوئی واقعی دردِ دل رکھنے والا مسلمان لیڈر اپنی اس قومی فلاکت و ذلالت کا احساس رکھتا ہے تو اس کیلئے راہ نجات موجود ہے سب سے پہلے وہ خود اس ضلالت سے نکلے جو مغربی اور غیر اسلامی تہذیب نے پھیلائی اور ہم تک پہنچائی۔ پہلے خود توبہ کرے اور سچے دل سے دردِ قومی سے لبریز آواز ہ بلند کرے تو یقیناً عوام اس کی دعوت پر لبیک کہیں گے جو دل سے نکلتی ہے وہ دل پر اثر کرتی ہے۔ در توبہ وا ہے۔ قومی توبہ، عنداللہ، مقبول ہے۔

ہم بتوفیق الٰہیہ اپنی یہ تحریر قرآن کی بشارت پر ختم کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ توبہ کرنے سے آسمانی برکات، بارش، اولاد، رزق کثیر کی شکل میں اترتی ہیں کوئی ہے جو قرآن کا یہ نسخہ آزمائے اور اپنی بگڑی بنائے؟ یہ توبہ، اللہ کو بڑی پسند ہو گی کیونکہ وہ ''تواب رّحیم'' ہے۔ ہماری معاشی بدحالی کا حل شیخ حفیظ کے پاس نہیں۔ شوکت ترین یہ بھاری پتھر چوم گئے ہیں شہاب الدین اور نوید قمر کے بجٹ افراطِ زر اور سکڑتی معیشت کے درد کا درماں نہ کر سکے کیونکہ یہ عذاب آسمانی ہے اور جرم ہمارا یہ ہے کہ ہم نے اللہ کے قرآن ذی ذکر کو پس پشت ڈالا ہے جرم، توبہ سے معاف ہوتا ہے آیئے توبہ کیجئے۔ دیر نہ کیجئے موجودہ عذاب اس لئے ہے کہ ہم اس سے سبق سیکھیں اور رجوع الی اللہ کریں۔

یہ طریقہ الٰہیہ ہے کہ بندوں کو عذاب دے کر توبہ کی طرف متوجہ کرتا ہے اور اگر اس سے امتیں در توبہ پر حاضر نہ ہوں تو پھر اپنی زمین کو ان کی نحوست کے بوجھ سے صاف کر کے، نئی امت لے آتا ہے نوح علیہ السلام کی ایمان افروز یقین دہانی در باب خوش حالی قرآن کی زبانی سنیئے۔ میں نے (نوح علیہ السلام نے) کہا اپنے رب تعالیٰ سے (گناہوں پر) مغفرت طلب کرو۔ بے شک وہ بہت بڑا بخشنہار ہے وہ تم پر آسمان سے زوردار بارانِ رحمت برسائے گا وہ تمہارے اموال و اولاد میں کثرت و برکت پیدا کرے گا اور تمہارے لئے (دنیا اور آخرت میں) باغات اور انہار تیار کر دے گا۔ و ما علینا الا البلاغ۔